شذرات

گزشتہ سے پیوستہ

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا جس چیز کا مجھے اب اندازہ ہوا ہے اگر اس کا پہلے سے ہوتا تو میں مالداروں کی زائد از ضرورت دولت اور مال لے کر فقراء مہاجرین میں بانٹ دیتا۔ حضرت ابو عبیدہؓ اور تین سو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے یہ روایت صحت کو پہنچی ہے کہ ان کے کھانے پینے کا سامان ختم ہو رہا تھا۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے حکم دیا کہ جس جس کے پاس جتنا سامان موجود ہو اس کو حاضر کرے پھر سب نے اپنے اپنے سامان کو دو توشہ دانوں میں جمع کیا اور حضرت ابو عبیدہؓ اس سب کو سب میں برابر تقسیم کرتے تھے۔

محمد بن علی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کے اموال پر ان کے فقراء کی حاجت کو بقدر کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے پس اگر وہ بھوکے، ننگے یا معاشی تکلیف میں مبتلا ہوں گے اس لئے مالدار اپنا حق ادا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کو اس بات کا حق کہ ان سے قیامت کے دن حساب لے اور اس پر انہیں عذاب دے۔ اس مسئلے میں ہم سامعین کی توجہ فقہ حنفی کے ایک عظیم محقق حجۃ الإسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص کی تالیف شہیر احکام القرآن کی طرف مبذول کراتے ہیں اس کی طرف رجوع فرمادیں۔

وقف اسلامی قومی فلاح و بہبودی کا نام ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ معاشرہ اور اجتماع کی سعادت قومی فلاح سے وابستہ ہے۔ فرد کی صلاحیت اور سعادت اجتماع یا معاشرہ کی سعادت میں پنہاں ہے۔ معاشرہ کے جملہ حقوق اور منافع کو اسلام نے اجتماعیت اور اس کے افراد کے طبقات میں مشترک قرار دیا ہے اسی لئے ہر فرد پر لازم ہے کہ معاشرہ کی بھلائی کے لئے سرگرم عمل رہے۔

معاشرہ کی سعادت نظام عدل سے وابستہ ہے اور عدل کے قیام کے لئے کسی قانون کا ہونا ضروری ہے، جس طرح اجرام سماوی اور نظام کائنات میں اللہ تعالیٰ نے قانون تجاذب اور کشش سے باہمی ربط قائم کیا ہے اسی طرح انسانی اجتماع اور معاشرہ کے باہمی انتظام و ربط کے لئے قانون احتیاج بنایا ہے ۔ جس میں ہر ایک فرد اپنی ضروریات میں دوسرے فرد کا محتاج ہوتا ہے اسی باہمی احتیاج کی وجہ سے معاشرہ وجود میں آتا ہے ۔

اسلام میں زکوٰۃ کا مرتبہ بھی دین کے ایک اجتماعی رکن کا مرتبہ ہے جس سے وقف اسلامی کی طرح اجتماع کی بہتری اور اجتماعی مصلحتوں کا انتظام وابستہ ہے ۔ صرف زکوٰۃ اور وقف ہی نہیں بلکہ اسلام میں جتنے بھی مالی تصرفات ہیں ان سب کی حکمت اسلامی اجتماع اور معاشرہ کی دنیاوی بہتری اور فلاح ہے لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سائنسی دور کی دنیا میں متمدن قومیں صرف ایک لمحہ میں اپنی قومی برتری و ترقی کے لئے لاکھوں روپیہ خرچ کر رہی ہیں لیکن امت اسلامیہ کے سوا معدودے چند اس طرف کوئی توجہ نہیں ہے ۔ ہم جوئے اور ربا کے متعلق تو یہ سمجھا ہے : یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا تو کیا ہم پر واجب نہیں ہے کہ ہم وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ (یعنی اللہ صدقات کو بڑھاتا ہے) کے مفہوم کو بھی سمجھیں ۔

آخر میں عالی مرتبت حکیم حافظ محمد سعید صاحب کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے مجھے اس علمی اور اسلامی مذاکرہ میں مدعو فرما کر اظہار خیال کا موقع عنایت فرمایا ۔ شکریہ

کائنات کے خالق نے انسان میں دو قوتیں رکھی ہیں ایک ملکی اور دوسری بہیمی ۔ انسان کس طرح اپنے لئے سعادت کو لائے ، اس کے لئے اس کو یہ نسخہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنی ساری قوتوں کو ملکی قوت کا مطیع اور فرمانبردار بنائے اور یہ تب ہو سکتا ہے جب انسان سعادت کے چار اوصاف اپنے اندر جمع کرے جو یہ ہیں (۱) طہارت یا پاکیزگی (۲) ۔ اخبات (اپنے پروردگار کے سامنے نہایت عاجزی اور بندگی کا اظہار کرنا) (۳) سماحت یا جوانمردی اس میں سخا ، وجود کے تمام کام آجاتے ہیں اور مالی قربانی کو محیط ہے ۔ (۴) عدالت ۔ ان چار اوصاف کو جمع کرنے کے ساتھ انسان ترقی کر کے اعلیٰ ملائکہ کے صفوں میں جا کر ان سے ملتا ہے اور ان کی سلک میں جواہر کی طرح منسلک ہو جاتا ہے ۔

حکیم الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنی مشہور عالم تالیف حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ جملہ انبیاء علیہم السلام لوگوں کو ان سعادتوں کی طرف بلاتے رہے اور ان کی دعوت کا بڑا مقصد یہی تھا اور دنیا کی جتنی بھی شریعتیں ہیں وہ سب ان سعادتوں اور اوصاف کی تفصیل ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی رہبر آئے ایک تو وہ تھے جو نبی اور رسول کے القاب سے مشہور تھے ان پر ان سعادتوں کا علم وحی اور الہام کے ذریعہ براہ راست خدا پاک کی طرف نازل ہوتا تھا جس میں کسی بھی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے دوسرے کچھ ایسے بھی ممالک ہیں جو اس دینی اصطلاح سے نابلد ورنا واقف ہیں وہاں کتنے ایسے دانشور اور حکماء پیدا ہوتے ہیں۔ جنھوں نے اپنی عقل اور فراست سے ان سعادتوں کو سمجھ کر لوگوں کو ان کی طرف دعوت دی اور تلقین کی۔ اس درجہ کے علم میں غلطی کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔

انسانی سعادت کے ان اوصاف کی ضد نجاست، کفر، بخیلی اور ظلم ہے جو آدمی ان قبائح میں گرفتار ہوا وہ انسان نہیں ہے بلکہ حیوان کی طرح ہے۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ یہ قبیح اوصاف عام طور پر سرمایہ دارانہ نظام اور شہنشاہیت میں زور پکڑتی ہیں۔ ہمارے نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایسے دور میں پیدا ہوئے جب دنیا کے اکثر حصوں میں شہنشاہیت کا نظام رائج تھا ایک ایران کا کسریٰ تھا جس کی حکومت ایران، عراق، سینٹرل ایشیا اور دوسرے ملکوں پر تھی۔ برصغیر پاک و ہند بھی کسریٰ کا باجگزار تھا، دوسری طرف قیصر تھا جس کی حکومت یورپ، شام، مصر اور افریقی ممالک پر تھی ان دونوں حکومتوں میں وہاں کے امیر امراء رفاہیت بالغہ اور آرام پرستی کی لعنت میں پھنسے ہوئے تھے ان کی عیاشی کے اسباب کی تیاری میں غریب عوام، مزدور اور کسان دن رات گدھوں کی طرح کام کرتے ان کو خدا اور رسول کی کوئی خبر نہ تھی اور نہ کبھی اس کے سوچنے کی ان کو مہلت ملتی اللہ تعالیٰ کو ان مظلوم لوگوں پر رحم آیا اس ذلت سے عوام کو نکالنے کے لئے اپنا پیارا آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ نے اس اعلیٰ منصب پر پہنچتے ہی یہ نعرہ لگایا کہ اب کسریٰ اور قیصر ہلاک اور برباد ہوگئے۔ اب وہاں مظلوم عوام پر کوئی ظلم نہیں کرے گا اور وہاں عدل و انصاف کا راج ہوگا قرآن مجید کے نزول کا بھی بقول حضرت شاہ ولی اللہ صاحب یہی مقصد تھا۔

شکر ہے کہ جمہوریت کی بدولت پاکستانی عوام کو جو سالہا سال سے مظلوم تھے اب یہ امید پیدا ہوئی ہے کہ وہ اس سے خلاصی پا کر اس ترقی کے دور میں ——— آگے بڑھیں گے۔